کتاب و حکمت

محمد نعمان فاروقی

آیاتِ قرآنیہ کے نام اور ان کے بعض احکام

قرآن مجید کی سورتوں کے ناموں کو اکثر لوگ جانتے ہیں مگر کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن کے مفسرین نے نام رکھے ہیں اور وہ تفسیر کرتے ہوئے ان کے باقاعدہ نام لیتے ہیں۔ اور آیات کے نام رکھے بھی جاسکتے ہیں جیسا کہ بعض آیات کے نام نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہیں۔ عربی تفاسیر کے مطالعے کے دوران میں ان آیات کا نام لیا جاتا ہے مگر ان کا علم نہ ہونے کی وجہ سے فہم میں خلا رہ جاتا ہے۔ اسی ضرورت کے تحت وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن کے نام مفسرین کے ہاں متداول ہیں اور ساتھ ہی ان آیات کے سببِ نزول، مختصر احکام اور نکات درج کیے جاتے ہیں۔ ان آیات کی ترتیب وہی رکھی گئی ہے جو قرآنِ مجید کی ہے۔

ابتدائی طور پر ایسی ۱۳ آیات سامنے آئی ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔ آیۃ الخلع	۲۔ آیۃ الطلاق	۳۔ آیۃ الکرسی
۴۔ آیۃ الربٰی	۵۔ آیۃ المداینہ	۶۔ آیات المیراث
۷۔ آیۃ الکلالۃ / آیۃ الصیف	۸۔ آیۃ السیف	۹۔ آیۃ القتال
۱۰۔ السبع المثانی	۱۱۔ آیۃ التطہیر	۱۲۔ آیۃ التخییر
۱۳۔ آیۃ الحجاب		

۱۔ آیۃ الخلع

سورۂ بقرہ کی آیت:۲۲۹ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ "ان دونوں پر اس بات میں گناہ نہیں ہے کہ عورت (علیحدگی کے) بدلے میں (حق مہر واپس) دے دے۔" آیت خلع کہلاتی ہے۔

خلع کیا ہے؟ زوجین میں نباہ نہ ہو سکے اور خاوند عورت کو علیحدہ کرنا چاہے تو یہ عمل طلاق کہلاتا ہے اور بیوی علیحدہ ہونا چاہے تو وہ عدالت کے ذریعے اپنا حق استعمال کر کے خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ عورت مرد کی طرح خود ہی فیصلہ نہیں کر سکتی اور ساتھ ہی عورت نے خاوند سے جو حق مہر وغیرہ لیا ہوتا

ہے وہ واپس کرنا پڑتا ہے۔ عورت کے اس حق کو شریعت میں 'خلع' کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات بھی ہیں جیسا کہ اسی شمارے میں اس حوالے سے تفصیلی مضمون موجود ہے۔

خلع دراصل عورت کے پاس اپنے ناپسندیدہ یا حق نہ دینے والے خاوند سے علیحدہ ہونے کا ایک شرعی جواز ہے جسے وہ ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکتی ہے۔ مگر اسے عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اسے علیحدگی کا کلی اختیار نہیں دیا گیا۔ اس میں بھی حکمت ہے کیونکہ عورت کی طبیعت میں حوصلہ کم اور جذباتیت اور اثر پذیری زیادہ ہے۔ ان دونوں صورتوں میں آئے روز اسے یہ اقدام کرنا پڑ جاتا۔

۲۔ آیۃ الطلاق

سورۂ بقرہ کی آیت: ۲۳۲ ﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ﴾ "اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ عدت مکمل کر لیں تو تم انھیں نہ روکو۔" یہ آیۃ الطلاق کہلاتی ہے۔ اس آیت کے مفسرین کے ہاں آیۃ الطلاق ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ جس میں ماؤں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانے کا ذکر ہے اس کے متعلق اکثر مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ آیت ۲۳۳ میں ﴿ وَالْوَالِدٰتُ ﴾ سے بچوں کی وہ مائیں مراد ہیں جنھیں طلاق مل چکی ہو اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 'آیۃ الطلاق' کے بعد اس کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت: ۲۳۲ کو آیۃ الطلاق شاید اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حتمی طلاق پر دلالت کرتی ہے، جبکہ 'الطلاق مرّتان' والی آیت: ۲۲۹ میں رجعی طلاق کا تذکرہ ہے۔

بہر حال آیۃ الطلاق کا مدعا یہ ہے کہ اگر ایک یا دو طلاقیں دینے کے بعد عورت کی طلاقِ عدت گزر جائے تو یہ جوڑا نئے نکاح اور حق مہر کے ساتھ دوبارہ جڑ سکتا ہے۔ اور اس آیت میں ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ﴾ "تو تم انھیں نہ روکو۔" کے الفاظ مفسرین اور فقہا کے ہاں محل اختلاف بنے ہوئے ہیں کہ یہاں مخاطب کون ہے۔ عورت / لڑکی کے ورثا یا خاوند، بعض مفسرین نے دونوں مراد لیے ہیں اور مفہوم یہ مراد لیا ہے کہ عورت سابقہ خاوند سے نکاح جدید کرنا چاہے یا کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو

نہ اولیا روکیں اور نہ ہی سابقہ خاوند۔[1]

اور بعض نے خاوند مراد لیے ہیں۔ اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ جاہلیت میں طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد بھی سابقہ خاوند سابقہ بیویوں کو روک رکھتے تھے کہ وہ اپنے پسندیدہ مرد سے نکاح نہ کرپائیں۔ مگر بدیہی طور پر جو مفہوم سمجھ آتا ہے وہ یہی ہے کہ لڑکی کے اولیا کو روکا جارہا ہے کہ وہ سابقہ خاوند سے سمجھوتے پر عورتوں کو نہ روکیں۔ آیت کا سببِ نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے جو آگے آرہاہے۔

دراصل مفسرین اور فقہا کے فہم کا یہ فرق ایک بہت ہی بڑے اور اہم فیصلے کا سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس آیت سے لڑکی کے ولی کی حیثیت واضح ہوتی ہے، اس صورت میں جب اس آیت کے مخاطب لڑکی کے اولیا ہوں۔ اگر ان کی حیثیت ہی نہیں تو پھر انھیں روکا ہی نہ جاتا اور لڑکی آزاد ہوتی۔ اور جو مفسرین یا فقہا اس آیت سے عمومی مخاطبین یا خاوند مراد لیتے ہیں تو دراصل وہ لڑکی کے ولی کی حیثیت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حدیثِ مبارکہ سے ان کی حیثیت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سبب نزول: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت حدیث لائے ہیں کہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے خاوند نے طلاق دے دی اور ایک طلاق کے بعد اسی حال میں رکھا حتی کہ عدت گزر گئی تو خاوند نے انھیں پیغام نکاح بھیج دیا مگر سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا تو یہ آیتِ مبارکہ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ نازل ہوگئی۔[2]

دوسری روایت میں مزید وضاحت کے ساتھ معقل رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ

"اے اللہ کے رسول! میں ابھی ان سے بیاہ دیتا ہوں۔"[3]

۳۔ آیۃ الکرسی

قرآنِ مجید کی اس آیت (سورۃ البقرۃ:۲۵۵) میں اللہ تعالیٰ کی کرسی کا ذکر ہے، اس لیے اس آیت کو 'آیۃ الکرسی' کہتے ہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی کرسی کا تعلق ہے تو اس کی وضاحت حدیثِ مبارکہ میں

۱ المنتخب للجنة جامعة الأزهر، زیر آیت: ۲۳۲

۲ صحیح بخاری، حدیث:۴۵۲۹

۳ صحیح بخاری، حدیث:۵۱۳۰

ایسے آئی ہے:

«مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِيْ أَرْضٍ فُلَاةٍ، وَفَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَفَضْلِ الْفُلَاةِ عَلَى تِلْكَ الْحَلْقَةِ»[1]

”سات آسمان اللہ کی کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جسے وسیع وعریض زمین میں ایک رِنگ (چھلا) پڑا ہو اور عرش کی فضیلت (بڑھائی) کرسی پر ایسے ہے جیسے وسیع وعریض زمین کو اس رنگ پر ہے۔“

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ”کرسی کے بارے میں اس کے سوا کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے اور تمام مخلوقات میں سے عرش الٰہی کے بعد سب سے بڑی مخلوق یہی کرسی ہے۔“[2]

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ”کرسی اللہ تعالیٰ کے مبارک قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے۔“[3] مگر یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں، البتہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے یہ حقیقت ثابت ہے۔ لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔[4]

اس کا یہ نام حدیث سے ثابت ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: قرآن مجید کی سب سے عظمت والی آیت کون سی ہے؟ ابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پھر سوال کیا تو سیدنا اُبی عرض کرنے لگے: آیۃ الکرسی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَاللهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ!»[5]

”اللہ کی قسم! ابو منذر! تمھیں علم مبارک ہو۔“

آیۃ الکرسی کی فضیلت میں آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: «مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَحُلْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ»[6]

---

١ السلسلۃ الصحیحۃ از شیخ محمد ناصر الدین البانی: ١٠٩

٢ السلسلۃ الصحیحۃ: ١/١٠٩

٣ السلسلۃ الصحیحۃ: ٦١١٨

٤ السلسلۃ الصحیحۃ: ١٣/٢٦٧

٥ صحیح مسلم: ١٩٢١

٦ السلسلۃ الصحیحۃ: ٢:٢٤

”جو فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے، اس کے اور جنت کے درمیان بس موت ہی حائل ہے۔“

آیۃ الکرسی کو حفاظت کے طور پر بھی پڑھنے کی ترغیب نبوی ہے۔[1] رات کے علاوہ صبح کے وقت پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: «اِقْرَأْهَا كُلَّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ»[2]

”اسے ہر صبح اور ہر شام پڑھا کرو۔“

۴۔ آیات الربا

سود کی آیات (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵ تا ۲۸۱) سورۂ بقرہ مدنی دور کے آغاز میں نازل ہوئی تھی، اس لیے اس میں یہود کا تفصیلی ذکر ہے اور اُنھوں نے جو سودی کاروبار اور لین دین روا رکھے تھے، مسلم معاشرے کو اس سے بچانا مقصود تھا۔ حقیقی مسلم معاشرہ وہی ہو سکتا ہے جو سود کی تمام صورتوں اور دیگر محارم سے پاک ہو۔ سود سے متعلقہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ سود ایک ظلم ہے۔ اس کا مرتکب روزِ قیامت بدحواس حالت میں اُٹھے گا۔ سود سے بظاہر مال بڑھتا ہے مگر اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ سود کا جو لین دین ہو چکا سو ہو چکا، اس سے توبہ کر کے آئندہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔ اور اگر اب بھی کوئی نہ رکے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ ہی سمجھے۔

۵۔ آیۃ المداینہ

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ آیۃ المُداینہ کہلاتی ہے، یعنی آپس میں لین دین کی آیت۔ یہ قرآنِ مجید کی طویل ترین آیت ہے اور سود کی آیات سے متصل اس کا ذکر ہے۔ یعنی مسلم معاشرے کو سود کی جملہ صورتوں سے بچ کر قرض کی صورتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ اور قرض کے لین دین کو لکھ لینا چاہیے اور اس پر گواہ بھی بنانے چاہئیں۔ جنھیں لکھنا آتا ہے، وہ انکار نہ کریں اور نہ ہی کسی قسم کی کمی بیشی کریں۔ چھوٹی یا بڑی رقم کا تبادلہ کرتے ہوئے لکھ لیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک وعید بیان

---

۱ صحیح بخاری: ۲۳۱۱

۲ السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۱۶۲

فرمائی ہے کہ ”جس شخص کا کسی کے ذمّے مال ہو مگر وہ اس پر گواہ نہ بنائے، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔“[1] ہاں اگر آمنے سامنے لین دین ہو رہا ہے جیسے دکانوں پر ایک دوسرے سے وقتی لین دین ہوتا ہے تو اس کو نہ بھی لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

لیکن قرض کے معاملات کو اس لیے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم ہے کہ انسان بھول سکتا ہے اور بھولنے سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور آپس میں دوریاں اور پھر جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارا دین ہمیں اخوت و محبت کا درس دیتا ہے۔

۶۔ آیات المیراث

سورۂ نساء کی آیات ۱۱ تا ۱۲ آیاتِ میراث کہلاتی ہیں۔ میراث کا لفظ وراثت سے ہے۔ یعنی وہ آیات جن میں وراثت کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ یہ قرآن مجید کی ۲ آیات ہیں، یعنی ۱۱ اور ۱۲ اور ایک آیۃ الکلالہ، جو آگے آرہی ہے، ان تین آیات میں احکامِ وراثت کو سمو دیا گیا ہے۔ احکام وراثت کا خلاصہ یہ ہے: جب کوئی بھی شخص اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اس کا چھوڑا ہوا مال و جائیداد وراثت کہلاتی ہے۔ ایک دن کا بچہ ہی کیوں نہ ہو، اس کی بھی وراثت ہوتی ہے۔ وراثت ملنے میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وراثت کے مستحق لوگ اس وقت زندہ ہوں جب وہ شخص فوت ہو جس کے وہ وارث بن رہے ہوں۔ بننے والے وارث اگر پہلے ہی فوت ہو جائیں تو وہ وارث نہیں ہوں گے اور نہ ان کی اولاد۔ وراثت کا تعلق تین وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے: ۱۔ نسب ۲۔ ازدواجی تعلق اور ۳۔ وَلاء

نسب اور میاں بیوی کی رشتہ داری تو واضح ہے مگر وَلَاء غلامی کی نسبت تھی جو اپنے مالک کی طرف ہوتی تھی، یعنی غلام فوت ہوا ہے تو اس کا مال اس کے مالک کو ملے گا۔ اسے نسبِ ولا کہتے ہیں۔

وراثت لینے والے بھی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

① اصحابُ الفروض: وراثت کے وہ حق دار جن کے حصّے شریعت میں مقرر ہیں جیسے خاوند، بیوی

② عصبہ: وہ وارثان جو اصحاب الفروض سے بچ جانے والا مال یا جائیداد عصبہ ہونے کی حیثیت سے لیتے ہیں جیسے بیٹا۔

③ اولوا الارحام: پہلی دونوں صورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو پھر دیگر رشتہ داروں کی باری آتی ہے اور وہ

1 السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۸۰۵

اولوا الارحام کہلاتے ہیں۔

اسی طرح وراثت تقسیم کرنے کی بھی ایک ترتیب مقرر ہے:

① سب سے پہلے وراثت میں سے کفن دفن کا انتظام کیا جائے، اس صورت میں جب کسی اور طرف سے یہ انتظام نہ ہو سکے۔

② فوت شدہ کا مکمل قرض اُتارا جائے گا۔

③ اگر میت نے ایک تہائی (۱/۳) یا اس سے کم کی وصیت کی ہو تو اس کی وصیت کے مطابق مال تقسیم ہو گا۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت قبول نہ ہو گی۔

④ اب اس کی وراثت ورثا میں تقسیم ہو گی۔

آیۃ المیراث کا سببِ نزول یوں ہے کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں: اللہ کے رسول! یہ دونوں سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک تھے اور وہ شہید ہو گئے تھے۔ ان دونوں کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان دونوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکے گا جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَقْضِي اللهُ فِي ذٰلِكَ» ”اللہ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔“ تو پھر آیۃ المیراث نازل ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی کو بلوایا اور ان سے کہا: سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کو دو تہائی (۲/۳) اور ان کی والدہ کو آٹھواں حصہ (۱/۸) دو اور باقی تم لے لو۔ گویا آیۃ المیراث ۳ ہجری میں غزوۂ اُحد کے بعد نازل ہوئی۔

۷۔ آیۃ الکلالہ / آیۃ الصیف

سورہ نساء کی آخری آیت (آیت: ۱۷۶) یعنی آیۃ الکلالہ کو آیۃ الصیف بھی کہتے ہیں۔ 'الصیف' گرمیوں کے موسم کو کہتے ہیں۔ یہ آیت گرمیوں کے ایک موسم میں اُتری تھی اس وجہ سے اس کا نام ہی آیۃ الصیف پڑ گیا۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت یہی ہے۔[1]

'کلالہ' کی تفسیر میں ائمہ وعلما کے مختلف اقوال ہیں۔ اکثر ائمہ نے یہی بتایا ہے کہ ایسا فوت شدہ شخص جس کی نہ اولاد ہو اور نہ والد، وہ کلالہ کہلائے گا۔ اس آیت کا نام 'آیۃ الصیف' زبانِ نبوت سے

1 صحیح بخاری: ۴۶۵۴

ثابت ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی اور مسئلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے سوال نہیں کیے جتنے میں نے کلالہ کے بارے میں کیے حتی کہ آپ علیہ السلام نے اپنی انگلی مبارک میرے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا: «يَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ»[1]

"تمھیں آیۃ الصیف ہی کافی ہے جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔"

آیۃ الصیف کے نزول کے بارے میں بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"میں بیمار اور بے ہوشی کے عالم میں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے وضو کیا اور مجھ پر پانی بہایا تو مجھے ہوش آئی۔ میں نے عرض کی کہ میں حالتِ کلالہ میں ہوں تو میری وراثت کیسے تقسیم ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیۃ الفرائض (آیۃ الصیف) اُتار دی۔"[2]

اس حدیث میں اگرچہ نام 'آیۃ الفرائض' کا لیا گیا ہے مگر مسئلے کا سیاق یعنی کلالہ کی حالت بتا رہی ہے کہ اس سے مراد یہی آیتِ کلالہ ہی ہے۔ جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: "ظاہر بات یہی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سورۂ نساء کی آخری آیت کے سببِ نزول کے بارے میں ہے۔"[3]

۸۔ آیۃ السیف

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵ ﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ﴾[4]

"تو جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور اُنھیں گھیر و اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو۔"

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اور یہی آیتِ کریمہ ہی 'آیتُ السیف' ہے۔ ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مشرکین میں تمام معاہدوں کو منسوخ کر دیا۔" گویا کہ

۱ مسند احمد بن حنبل: ۲۶/۱
۲ مسند احمد: ۲۹۸/۳
۳ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت سورۃ النساء ۴: ۱۱
۴ سورۃ التوبۃ ۹: ۵

عہد شکنی کرنے والے مشرکوں سے معاہدہ باقی نہ رہا اور ایسے مشرکوں کا فیصلہ اب تلوار کرے گی۔
'السیف' تلوار کو کہتے ہیں اور آیۃ السیف کا مطلب ہے: تلوار والی آیت۔ یہ تلوار ہر غیر مسلم کے خلاف نہیں جیسا کہ مستشرقین باور کراتے ہیں بلکہ عہد شکنی کرنے والے مشرکوں کے خلاف اس کا استعمال جائز ٹھہرتا ہے۔

سورتِ براءت سب سے آخر میں نازل ہوئی جیسا کہ اس کی صراحت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔[1] دراصل یہ سورت صلح حدیبیہ میں طے کیے گئے فیصلوں کی عہد شکنی کے جواب میں نازل ہوئی۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس سورت کی ابتدائی آیات تبوک سے واپسی پر نازل ہوئیں جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سورت ۹ ہجری میں نازل ہوئی۔ اور سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے جو صراحت کی ہے کہ یہ سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی، البتہ آیات نازل ہوتی رہیں۔

آیۃ السیف کا مضمون یہ ہے کہ مشرکین اگر عہد شکنی کریں تو پھر ان کے خلاف اقدام کیا جائے۔
حرمت والے مہینوں میں خود پیش قدمی سے بچا جائے مگر دشمن کی طرف سے شرارت ہو تو پھر ﴿الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾[2] "حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے ہے۔"

۹۔ آیۃ القتال

آیۃ القتال کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ جن جن آیات میں قتال کا ذکر ہے، وہ سب ہی آیات القتال ہیں۔ حتی کہ راقم نے عہدِ حاضر کے مفسرین حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اور حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ سے رابطہ کیا تو اُنھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ بعض نے آیۃ السیف، جو گزر چکی ہے، کو بھی آیۃ القتال قرار دیا ہے۔ مگر جب ہم عربی تفاسیر میں کسی آیت کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ فلاں حکم یا آیت کو 'آیۃ القتال' نے منسوخ کر دیا ہے تو یہی راجح نظر آتا ہے کہ یہ کوئی خاص آیت ہے۔ اور راقم کی تحقیق، جس کی بنیاد قرائن و شواہد ہیں، کے مطابق سورۂ توبہ کی آیت:۲۹ ہی کو بعض مفسرین نے آیۃ القتال قرار دیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

---

۱ صحیح بخاری، حدیث: ۴۶۵۴
۲ سورۃ البقرۃ ۲:۱۹۴

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾[1]

”ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام سمجھتے ہیں اور وہ دین حق اختیار نہیں کرتے، ان میں سے جو کتاب دیے گئے یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔“

اس میں یہود و نصاریٰ سے جنگ کا حکم ہے اور ان کی ذلت کا اظہار ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اسی آیت کے پیش نظر غزوۂ تبوک کی تیاری کی گئی۔

۱۰۔ آیات السبع المثانی

سورۂ فاتحہ کا نام السبع المثانی بھی ہے۔ ویسے تو اس کا تعلق ہمارے موضوع سے نہیں ہے کیونکہ ہم آیات کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کو اس لیے یہاں شامل کیا ہے کہ یہ السبع المثاني ’سات بار بار دہرائی جانے والی آیات‘ سے بھی موسوم ہے۔ اور یہ نام سورۂ حجر میں ہے، اس لیے ترتیب کے لحاظ سے اسے یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ عہد مکی ہی میں نازل ہو چکی تھی۔ اس کی جامعیت کے پیش نظر اسے ہماری ہر نماز میں شامل کیا گیا۔ اس کی جامعیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو بھی اہم مضامین بیان ہوئے ہیں، مثلاً: توحید، صفات، ہدایت، آخرت، انعام یافتگان اور سزا یافتگان کا تذکرہ اور دیگر موضوعات۔ یہ سب کسی نہ کسی طرح اس سورت میں موجود ہیں۔

کسی بھی تکلیف میں سات مرتبہ اس کا دم کرنا مسنون ہے جیسا کہ صحیحین اور دیگر کتبِ احادیث کی روایت ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بچھو کے ڈسے ایک سردار کو سورۂ فاتحہ کا دم کیا تھا اور اس کے طرق میں سات مرتبہ کا ذکر بھی ہے۔[2]

---

۱ سورۃ التوبۃ ۹:۲۹

۲ جامع ترمذی: حدیث ۲۰۶۳

۱۱۔ آیۃ التطہیر

سورۂ احزاب کی آیت: ۳۳ آیۃ التطہیر کہلاتی ہے۔ تطہیر کا مطلب ہے پاک صاف کرنا۔ اس آیت مبارکہ میں اس بارے میں بات ہے اس وجہ سے یہ آیت آیۃ التطہیر کے نام سے موسوم ہے۔ آیت ﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ سے شروع ہوتی ہے اور اس میں ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''سوائے اس کے نہیں اللہ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمھیں پوری طرح پاک صاف کردے۔''

آیت کا سیاق وسباق ازواج مطہرات سے متعلق ہے مگر ﴿عَنْكُمُ﴾ چونکہ مذکر مخاطب کے لیے آتا ہے اس لیے یہ اہل سنت اور شیعہ مفسرین کے ہاں محل نزاع بن گیا۔ حالانکہ اہل تشیع پیغمبر ﷺ کے بعد جس پہلی ہستی کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں، وہ بھی خاتون بلکہ جنتی خواتین کی سردار سیدہ فاطمہ ہیں۔

یہ ایک طویل بحث ہے جو علیحدہ مضمون کی متقاضی ہے سردست ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں: ''یہ فضیلت ومنقبت محض ازواج مطہرات کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ جملہ اہل بیت کو شامل ہے۔ اور سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو دوسرے اہل بیت کی نسبت خصوصیت حاصل ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے خصوصی طور پر دعا فرمائی۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جس طرح فرمانِ الٰہی ہے: ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اول ہی سے تقوے پر رکھی گئی ہے۔''[۱] اس کا نزول تو مسجد قبا سے متعلق ہے لیکن یہ حکم اسے اور جو اس سے بھی زیادہ اس اعزاز کی مستحق ہے اسے بھی شامل ہے اور وہ مسجد نبوی ہے۔''[۲]

محب الدین طبری فرماتے ہیں: یہ حدیث (حدیث کساء) ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شامل کرنے میں رکاوٹ نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے کچھ بچوں کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ یہ میرے بچے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ اس کے اور بچے نہ ہوں، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث سے اس وہم کا دفاع کرنا بھی مقصود ہو کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد

---

۱ التوبۃ ۹:۱۰۸

۲ منہاج السنۃ النبویۃ: ۴/۴۸

آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں۔[1]

آیتِ تطہیر سے متعلقہ اور بھی کئی ابحاث ہیں مگر اپنے موضوع سے ہٹنے کا اور طوالت کا خدشہ ہے۔

۱۲۔ آیۃ التخییر

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۱ 'آیۃ التخییر' کہلاتی ہے۔ تخییر کا مطلب ہے: اختیار دینا۔ اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کو ان خواتین کے متعلق یہ اختیار دیا گیا کہ آپ اُنھیں عقد میں لے لیں یا اُن کا معاملہ مؤخر کر دیں جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دیتی تھیں۔ آیتِ مبارکہ یہ ہے:

﴿ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ﴾[2]

"ان میں سے جسے آپ چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جنھیں آپ نے علیحدہ کر دیا ہو، ان میں سے کسی کو طلب کریں تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔"

اس اختیار کے بارے میں ائمہ مفسرین میں اختلاف ہے کہ آیا ان سے وہ خواتین مراد ہیں جنھوں نے خود کو آپ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا یا جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں، ان کی باری مقرر کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا تھا۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طرف کے دلائل سامنے رکھ کر مذکورہ آیت سے دونوں قسم کے اختیار ہی مراد لیے ہیں۔ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک عمدہ موقف قرار دیا ہے۔[3]

۱۳۔ آیۃ الحجاب

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ آیتِ حجاب کہلاتی ہے۔ اس کا آغاز ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ ﴾ سے ہوتا ہے۔ اس میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے پردے کے پیچھے سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت: ۵۵ اور آیت: ۵۹ میں پردے کے مزید احکام نازل ہوئے۔ یاد رہے کہ پردے کے حکم کا نزول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر ہوا تھا۔ انھوں

---

۱ السمط الثمين في مناقب أمهات المؤمنين از امام محب الدين طبری: ص ۲۱

۲ سورۃ الاحزاب ۳۳: ۵۱

۳ تفسیر ابن کثیر زیر آیت سورۃ الاحزاب: ۵۱

نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی ازواجِ مطہرات کے پاس نیک اور برے ہر طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں۔ آپ اُنھیں پردے کا حکم دیجیے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حکم حجاب نازل فرمادیا۔[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجاب کا حکم نازل ہوا۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ اپنا قدم مبارک کاشانۂ نبوت کے اندر رکھا، دوسرا قدم ابھی باہر تھا تو آپ علیہ السلام نے میرے اور اپنے (گھر والوں کے) درمیان پردہ لٹکالیا۔[2] اس وقت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی عمر ۱۵ سال کے لگ بھگ تھی۔

پردے کا حکم کب نازل ہوا؟... سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ سے نکاح ذی قعدہ ۵ ہجری میں ہوا۔ اور ولیمے کی تقریب کے دوران ہی حکم حجاب نازل ہوا۔ اس سے واضح ہوا کہ پردے کا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد پردے میں ایک واضح فرق آگیا۔ اس فرق کو آپ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حسب ذیل واقعے سے جان سکتے ہیں۔ وہ واقعہ افک بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا۔ انھوں نے مجھے (حکم) حجاب سے پہلے دیکھا ہوا تھا۔ اُنھوں نے مجھے دیکھ کر اناللہ پڑھا تو مجھے جاگ آگئی تو میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپا۔[3]

قارئین کرام! آپ نے پڑھا کہ مادرِ اُمّت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انھوں نے مجھے حکم حجاب کے نزول سے پہلے دیکھا ہوا تھا اس لیے انھوں نے پہچان لیا۔ اور واقعہ افک غزوہ بنو مصطلق / مریسیع سے واپسی پر پیش آیا تھا۔ اس لحاظ سے جن مؤرخین نے غزوہ بنو مصطلق / مریسیع کی تاریخ ۶ ہجری بتائی ہے، وہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلم خواتین اپنے چہرے کو بھی ڈھانپنے لگیں۔ اور حجاب کا حکم نازل ہونے کا مطلب بھی یہی تھا بقیہ جسم تو پہلے ہی ڈھانپا جاتا تھا۔

یہ تھیں وہ ۱۳ آیات جن کے باقاعدہ نام ہیں اور ان کے کچھ احکام اور سببِ نزول بھی ذکر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ دین کا صحیح فہم و نصب فرمائے۔ آمین!

---

۱ صحیح بخاری: ۴۴۸۳
۲ صحیح بخاری: ۴۷۹۳
۳ صحیح بخاری: ۴۷۵۰